26

ذہانت، فکر اور تدبّر ہی ایسی حقیقی دولت ہے کہ اگر تم اس سے فائدہ اُٹھاؤ تو تمہیں اتنا کچھ مل جائے گا کہ خداتعالیٰ سے اَور مانگتے ہوئے شرم آئے گی

(فرمودہ 17 ستمبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"دنیا میں انسان کچھ دولتیں کماتا ہے اور کچھ دولتیں انسان کو خداتعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو دولتیں انسان دنیا میں کماتا ہے۔ وہ کسی انسان کے پاس زیادہ ہوتی ہیں کسی کے پاس بہت کم ہوتی ہیں اور کسی کے پاس ہوتی ہی نہیں۔ مثلاً زمین بھی دولت ہے لیکن دنیا کے سب لوگ زمیندار نہیں۔ کسی کے پاس زمین بہت زیادہ ہے، کسی کے پاس بہت کم زمین ہے اور کسی کے پاس زمین ہے ہی نہیں۔ تجارتیں ہیں، ان میں بھی یہی حال ہے۔ کوئی پھیری کر کے گزارہ کرتا ہے اور کوئی بڑے بڑے کارخانوں کا مالک ہے۔ بنکنگ کا بھی یہی حال ہے۔ مالی لحاظ سے کسی کے پاس پانچ سات روپے ہوتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو

مالدار سمجھتا ہے اور کسی کے پاس کروڑوں روپے ہوتے ہیں اور پھر بھی وہ اَور مال حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ امریکہ میں بعض لوگوں کی سالانہ آمد کروڑوں ڈالر ہے اُن کو بھی مالدار کہتے ہیں۔ اور غرباء کے علاقہ میں اگر کسی کے پاس سَو دوسَو روپیہ آ جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں یہ شخص بہت مالدار ہے۔ غرض وہ دولت جو انسان کماتا ہے اور جو ظاہر میں نظر آتی ہے وہ سب کو یکساں طور پر نہیں ملی کیونکہ اس کے لیے محنت اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور اسی وجہ سے انسانوں میں بہت بڑا تفاوت پایا جاتا ہے۔ یہ تفاوت کبھی قانون کے طور پر ہوتا ہے جیسے جو شخص زیادہ محنت کرتا ہے زیادہ کما لیتا ہے۔ اور کبھی استثنا کے طور پر ہوتا ہے جیسے ماں باپ مالدار ہوں تو اُن کا بیٹا بغیر کسی محنت کے مالدار بن جاتا ہے۔ لیکن ایک دوسری قسم کی دولت بھی انسان کو ملتی ہے جو حقیقتاً بہت زیادہ قیمتی ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ انسان اُس کی قدر نہیں کرتے۔ حالانکہ وہی دولت اصلی دولت ہے اور پھر وہ ایسی دولت ہے جو تمام انسانوں کو یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔ اور وہ دولت ہے حافظہ کی، فکر کی، ذہانت کی، عقل کی اور تدبّر کی۔ یہ دولت ہر ایک انسان کو ملی ہے۔ سوائے پاگل اور فاتر العقل کے۔ اور یہ چیز بطور استثنا کے ہے۔ ورنہ جو انسان بھی اِس دنیا میں پیدا ہوتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خزانہ دے کر بھیجا جاتا ہے۔ اسے پیدائش کے ساتھ ہی حافظہ اور ذہانت اور فکر اور تدبّر کی قوتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اگر بعد میں وہ ان کی ناقدری کرتا ہے تو یہ قوتیں کُلّی طور پر یا جزوی طور پر ضائع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اگر وہ آنکھوں کو استعمال نہیں کرتا تو وہ اندھا ہو جاتا ہے، پاؤں سے نہیں چلتا تو پاؤں شل ہو جاتے ہیں، ہاتھ سے کام نہیں لیتا تو ہاتھ شل ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح اگر وہ جسم کے دوسرے اعضاء کو استعمال نہیں کرتا تو اس کی جسمانی طاقتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور جو شخص ان کی قدر کرتا ہے اُس کی قوتیں بڑھ جاتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص محنت کرتا ہے اور اپنے اسباق کو یاد کرتا ہے تو اُس کا حافظہ تیز ہو جاتا ہے اور جو محنت نہیں کرتا اور اپنے اسباق کو یاد نہیں کرتا اُس کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ پھر جو لوگ بات کے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اُن کی استنباط کی قوت بڑھ جاتی ہے اور جو لوگ بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اُن کی استنباط کی قوت جاتی رہتی ہے۔ جو لوگ اپنے اردگرد کے ماحول پر غور

کرنے کی عادت ڈال لیتے ہیں اُن کی قوتِ فکر بڑھ جاتی ہے اور جنہیں اپنے ماحول پر غور کرنے کی عادت نہیں ہوتی اُن کی قوتِ فکر جاتی رہتی ہے۔ پھر جو لوگ اپنے مختلف جذبات کو اُن کی اپنی اپنی حد کے اندر قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اُن کی عقل ترقی کرتی ہے اور جو ایسا نہیں کرتے اُن کی عقل ماری جاتی ہے۔ جو لوگ خداداد سامانوں کو صحیح طور پر اور مناسب موقع پر استعمال کرنے کی سکیم بنا لیتے ہیں اُن کی قوتِ مدبّرہ ترقی کرتی ہے اور جو اس قسم کی سکیم نہیں بناتے اُن کی قوتِ مدبّرہ جاتی رہتی ہے۔ لیکن پیدائش کے وقت یہ سب قوتیں ہر انسان کو ملتی ہیں اور قریباً برابر ملتی ہیں۔ بعد میں ناقدری کی وجہ سے یہ قوتیں کم ہو جائیں تو اَور بات ہے۔ یا ماں باپ نے جس قسم کا معاملہ کیا ہو اُس کے مطابق یہ قوتیں زیادہ یا کم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایامِ طفولیت میں اگر ماں باپ نے بچہ کی صحیح نگرانی نہیں کی یا ماں نے حمل کے دوران میں پوری احتیاط نہیں کی تو اُس سے بچہ کی قوتوں پر اثر پڑ سکتا ہے لیکن یہ اثر بہت کم ہوتا ہے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ ۔ یعنی بعض اوقات بچہ پیدائشی طور پر پاگل ہوتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ اگر انسانوں کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو کروڑوں کروڑ لوگ ایسے نکلیں گے جو ان خداداد قوتوں سے مالا مال ہوں گے لیکن ظاہری لحاظ سے یہ صورت نہیں۔ اگر تمام انسانوں کی مالی حالت کا اندازہ لگایا جائے تو ظاہری مالدار اِس دنیا میں دس پندرہ لاکھ سے زیادہ نہ ہوں گے۔ اِس وقت دنیا کی آبادی اڑھائی اَرب ہے۔ اگر ظاہری دولت رکھنے والے پندرہ لاکھ ہوں اور دنیا کی آبادی پندرہ کروڑ ہوتی تو ان کی نسبت کروڑ میں سے ایک لاکھ کی ہوتی۔ لیکن دنیا کی آبادی اڑھائی اَرب ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ قریباً سترہ سَو میں سے ایک شخص ایسا ہے جس کے پاس ظاہری دولت ہے۔ لیکن حافظہ، ذہانت، تدبّر اور فکر کی دولت سترہ سَو میں سے 1680 کے پاس ہو گی۔ صرف بیس اشخاص ایسے نکلیں گے جن کی یہ طاقتیں ماؤف ہوں گی باقی سب لوگوں کے پاس یہ دولت موجود ہو گی۔ ہاں! عدمِ استعمال کی وجہ سے ان پر زنگ لگ جائے تو اَور بات ہے۔ جیسے اگر کوئی چاقو بارش میں پھینک دے تُو اس پر زنگ لگ جائے گا لیکن اگر اُسے پانی میں سے اُٹھا کر صاف کیا جائے تو وہ ویسا ہی صاف نکل آئے گا جیسے پہلے تھا۔ لیکن سب سے زیادہ بے قدری اِسی دولت کی کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ہر انسان کو عطا کی گئی ہے۔ اگر کسی شخص سے دریافت کیا جائے کہ تمہارے پاس کیا کیا مال ہے؟ تو وہ کہے گا میرے پاس اتنی زمین ہے، مکان ہے، بھینس ہے، گھوڑا ہے لیکن وہ دولت جو سب سے بڑی ہے مثلاً ہوا ہے، پانی ہے جو اُسے نہ ملے تو مر جائے اُس کا ذکر تک نہیں کرے گا۔ بھینس اور گھوڑا ضائع ہو جائے تو انسان نہیں مرے گا، کپڑوں کا ایک حصہ جاتا رہے تو وہ موسم کی برداشت کر لے گا لیکن ہوا نہ ملے تو چند منٹ میں ہی مر جائے، اگر پانی نہ ملے تو وہ ایک دن یا اِس سے کچھ زائد عرصہ میں مر جائے گا۔ غرض انسان سب سے بڑی دولت کو گنے گا ہی نہیں۔ حالانکہ اگر یہ دولت اسے نہ ملے تو اُس کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔ وہ کبھی آنکھوں، کانوں، ناک اور زبان کا نام نہیں لے گا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ اگر وہ کہتا ہے میرے پاس گُڑ ہے تو وہ گُڑ کس کام کا جب زبان نہ ہو گی۔ اگر زبان گُڑ کو نہ چکھتی تو انسان کے نزدیک گُڑ اور پھیکا برابر ہے۔ یا مثلاً وہ کہتا ہے میری بیوی اور بچے خوبصورت ہیں لیکن اُس کو یہ خیال نہیں آئے گا کہ اگر اس کی آنکھیں ہی نہ ہوں تو اسے وہ خوبصورت کیسے معلوم ہوں۔

غرض دولت کے جو حقیقی خزانے ہیں انسان ان کی قدر نہیں کرتا اور جو دولتیں نسبتی ہیں اور بالواسطہ ملتی ہیں اُن کے پیچھے ہر وقت پڑا رہتا ہے۔ مثلاً کپڑا ہے۔ اگر کپڑا میرے جسم کو نرم اور ملائم معلوم ہوتا ہے تو اس کی قیمت ہے۔ اور اگر میرا جسم کپڑے کی ملائمت محسوس نہیں کرتا تو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ پھر اگر کپڑے کی کوئی قیمت ہے تو اس لیے کہ میرے ملنے والے دوستوں کو اچھا لگے اور انہیں لذّت محسوس ہو۔ اگر میرے دوست کی آنکھیں ہی نہ ہوں اور میری حِس موجود نہ ہو تو چاہے وہ کپڑا لاکھ روپے گز کا ہو یا چند آنے کا، مجھے اس کا کیا فائدہ؟ پھر زبان اور معدہ ہیں یہ دونوں مل کر کھانے کی قیمت بناتے ہیں۔ اگر کوئی دودھ پیے، رس پیے، مکھن کھائے، لسّی پیے یا پلاؤ اور زردہ کھائے لیکن اُس کی زبان نہ ہو تو یہ چیزیں کچھ بھی نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ ایک امیر شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا میرا علاج کیجیے، مجھے بھوک نہیں لگتی۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک دن اتفاقیہ طور پر میں اُس کے ہاں چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ اُس کے سامنے ساٹھ ستّر کھانے پڑے تھے اور وہ ہر ایک کھانے سے ایک ایک لقمہ چکھتا۔ اور جب بیس پچیس لقمے کھا چکا تو کہنے لگا دیکھیے! اب

کھانے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔ بھوک بالکل بند ہے۔ چونکہ وہ ہر کھانے میں سے صرف ایک ایک لقمہ اُٹھا کر کھاتا تھا اِس لیے اُسے ایک ہی لقمہ نظر آتا تھا۔ اگر اُس کے سامنے صرف ایک ہی کھانا ہوتا اور وہ اس میں سے بیس پچیس لقمے کھا لیتا تو کہتا مجھے بڑی بھوک لگتی ہے۔

اِسی طرح ہمارے ماموں جان مرحوم (حضرت میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم) نے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے مجھے کہا مجھے بھوک نہیں لگتی۔ میں نے پتا لگایا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک ایک دن میں ڈیڑھ ڈیڑھ سیر کھا جاتا تھا۔ مگر کھاتا اس طرح تھا کہ مثلاً مربّہ آملہ اِتنا، معجون فلاسفہ اِتنا، فلاح مفرّح اِتنی، شربت بنفشہ اِتنا، خمیرہ گاؤزبان اِتنا، عرق بادیان اِتنا۔ میں نے کہا تم ڈیڑھ ڈیڑھ سیر روز کھا لیتے ہو اور پھر کہتے ہو بھوک نہیں لگتی۔ اب دیکھو وہ شخص یہ سمجھتا تھا کہ میں نے کچھ نہیں کھایا حالانکہ مضبوط سے مضبوط آدمی چھ سات چھٹانک ایک وقت میں کھاتا ہے اور وہ ڈیڑھ ڈیڑھ سیر دن میں کھا کر بھی بھوک نہ لگنے کا شکوہ کرتے تھے۔

غرض ہمارے سب کپڑوں اور کھانوں کی قدر اُن نعمتوں کی وجہ سے ہے جو خدا تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ اگر تم اپنی آنکھیں نکال دو یا جسمانی حِس مار دو تو خوبصورت اور ردّی کپڑوں میں تمہیں کوئی فرق معلوم نہیں ہوگا۔ چاہے کپڑا لاکھ روپے گز ہو یا چار آنہ گز، تمہارے لیے دونوں برابر ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں وہ بہت زیادہ قیمتی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ ان سے کام نہیں لیتے۔ دنیا کے سیاستدانوں کو لے لو، جرنیلوں کو لے لو۔ یا بادشاہوں کو لے لو ان کی بڑائی ظاہری مال و دولت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ ذہانت، عقل، فکر اور تدبّر کی دولت کی وجہ سے تھی۔ میں نے بھی جماعت کو بارہا اِس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ ذہانت اور عقل کو تیز کرے لیکن بار بار توجہ دلانے کے باوجود جماعت نے اِس طرف توجہ نہیں کی۔ میں نے خدام میں ایسی مشقیں رکھی تھیں کہ جن کی وجہ سے یہ طاقتیں زیادہ ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بھی اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔

مثنوی رومی میں لکھا ہے کہ محمود غزنوی جب ہندوستان کے حملہ سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں بعض لوگوں نے اُس کے پاس شکایت کی کہ آپ نے ایاز کو بڑا جرنیل بنا دیا ہے لیکن یہ بڑا لاپروا ہے۔ محمود اُن کی شکایات سنتا رہا لیکن اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ

افغانستان کی طرف جا رہا تھا تو رستہ میں وہ ایک پہاڑی درّہ میں سے گزرا۔ وہ جگہ بڑی خطرناک تھی اور خیال کیا جاتا تھا کہ دشمن وہاں سے حملہ نہ کر دے اور لشکر کو نقصان نہ پہنچائے۔ اردگرد فوج کے دستے جا رہے تھے۔ ایک جگہ یک دم ایاز نے سیٹی بجائی اور اپنی فوج کو ایک طرف لے کر چلا گیا۔ ایک افسر نے موقع غنیمت جانا اور محمود کے پاس شکایت کی کہ دیکھیے! اس قسم کے نازک موقع پر ایاز فوج لے کر شکار کے لیے چلا گیا ہے۔ کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ یہ شخص قابلِ اعتبار نہیں؟ محمود نے کہا ایاز واپس آئے گا تو اُس سے دریافت کروں گا کہ اُس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ جب وہ درّے سے باہر نکلے تو ایاز وہاں کھڑا تھا اور کچھ قیدی بھی اُس کے ساتھ تھے۔ محمود نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ ایاز نے کہا یہ لوگ ایک چٹان کے پیچھے چُھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اِسی چٹان کے پاس سے شاہی سواری گزرنی تھی۔ میں نے سمجھا کہ ان لوگوں کی نیت خراب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ بادشاہ کو نقصان پہنچائیں۔ چنانچہ میں نے اپنا دستہ علیحدہ کیا اور اِس طرف چلا گیا اور ان لوگوں کو گرفتار کر لایا۔ محمود نے دریافت کیا کہ تمہیں کس طرح خیال پیدا ہوا کہ ان پتھروں کے پیچھے کچھ آدمی بیٹھے ہیں ایاز نے کہا مجھے ان لوگوں کا اِس طرح علم ہوا کہ میں ہر وقت آپ کے چہرہ پر توجہ رکھتا ہوں۔ جونہی ہم اُس جگہ پہنچے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اُس جگہ دیر تک اپنی نظر جمائے رکھی۔ اِس سے میں نے خیال کیا کہ آپ کا ایسا کرنا بِلا وجہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے اپنا دستہ الگ کر لیا اور اُس طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ کچھ آدمی پتھروں کے پیچھے چُھپے بیٹھے ہیں اور چونکہ وہ مشتبہ حالت میں تھے اِس لیے میں نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ محمود نے باقی افسروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اب بتاؤ! کیا تم نے وہ کام کیا جو اس نے کیا ہے؟ میں نے اُس طرف دیکھا لیکن یہ لوگ کہیں چُھپ گئے اور مجھے نظر نہ آئے۔ ایاز نے میری طرف نگاہ رکھی اور میرے اُس طرف دیکھنے سے اسے خطرہ محسوس ہوا۔ چنانچہ وہ اُس طرف دستہ لے کر چلا گیا اور ان لوگوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ممکن تھا کہ یہ لوگ مجھے نقصان پہنچاتے۔ اِس شخص نے عقل سے کام لیا لیکن تم نے عقل کو استعمال نہیں کیا۔ اِس پر وہ سب افسر شرمندہ ہو گئے۔

اِسی طرح کولمبس کے متعلق مشہور ہے۔ کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا اور اُسے امریکہ دریافت کرنے کا شوق اس لیے پیدا ہوا کہ اُس نے مسلمانوں سے سنا ہوا تھا کہ اس طرف کوئی ملک ہے۔ چنانچہ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی کی ایک خواب تھی جو میں نے بھی پڑھی ہے۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ مجھے رؤیا میں دکھایا گیا ہے کہ سپین کے ملک سے پرے ایک بہت بڑا ملک واقع ہے (حضرت محی الدین صاحب ابن عربی اسپین کے رہنے والے تھے)۔ اِس بات کا آپ کے مُریدوں میں چرچا ہو گیا۔ کولمبس نے بھی اُن سے یہ بات سن لی۔ اُسے مسلمانوں سے عقیدت تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ یہ لوگ جو بات کہتے ہیں وہ درست ہوتی ہے۔ اُس نے اِس پر غور کرنا شروع کیا۔ اس نے مختلف چیزوں سے اس بات کی سچائی کا اندازہ لگا لیا۔ اُس نے دیکھا کہ سمندر میں اس علاقہ کی طرف سے جس کی طرف محی الدین ابن عربی نے اشارہ فرمایا ہے بعض چیزیں بہتی ہوئی آتی ہیں جو انسان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اِس سے اُس نے سمجھ لیا کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ اِس لیے اُس نے امریکہ دریافت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ غریب آدمی تھا اور اِس مُہم کے اخراجات کا متکفل نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لیے وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اُس سے درخواست کی کہ سپین سے پرے ایک بہت بڑا ملک واقع ہے۔ میں اُسے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے وہ ملک دریافت کر لیا تو وہ ملک آپ کا ہو گا اور اس سے آپ کی عزت بڑھے گی۔ اگر آپ مجھے کچھ آدمی دے دیں، کچھ جہاز دے دیں اور ملاّحوں کی تنخواہوں اور دیگر اخراجات کے لیے کچھ روپیہ دے دیں تو میں اُس ملک کو دریافت کروں۔ پہلے تو بحری علوم کے ماہرین نے اُس کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اُن دنوں میں انجن سے چلنے والے جہاز نہیں ہوتے تھے بلکہ بادبانی جہاز تھے اس لیے چھوٹے چھوٹے سفروں میں بھی پانچ پانچ، چھ چھ ماہ لگ جاتے تھے اور جہازوں میں اتنے لمبے عرصہ تک کی خوراک رکھنا بھی مشکل ہوتا تھا۔ پھر جہازوں کو ہوائیں توڑ پھوڑ دیتی تھیں اور لوگ موت کی نذر ہو جاتے تھے۔ لیکن جب کولمبس نے اصرار کیا تو بادشاہ آدمی، جہاز اور روپیہ دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ اِس پر پادریوں نے کولمبس کی مخالفت شروع کر دی اور کہا کہ زمین تو چپٹی ہے اور کولمبس کا کہنا اِسی صورت میں

درست ہو سکتا ہے جب زمین گول ہو اور زمین کا گول ہونا بائیبل کی تعلیم کے خلاف ہے۔ بائیبل میں لکھا ہوا ہے کہ زمین چپٹی ہے۔ چنانچہ کتابوں میں اُس وقت کے لاٹ پادری کی تقریر چھپی ہوئی موجود ہے۔ اُس نے تقریر کرتے ہوئے بڑے زور سے کہا دنیا میں اِس قسم کے بیوقوف لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ زمین گول ہے۔حالانکہ اگر زمین کو گول فرض کر لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ دنیا میں کوئی علاقہ ایسا بھی موجود ہے جس پر لوگ ٹانگیں اوپر کر کے چلتے ہیں اور اُن کے سر نیچے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں بارش اوپر سے ہوتی ہے اور ان کے ہاں بارش نیچے سے اوپر ہوتی ہے۔لیکن کولمبس ضدّی واقع ہوا تھا۔ اُس نے اپنی کوشش ترک نہ کی۔ اُس نے ملکہ پر اپنا اثر ڈالا کہ اگر یہ ملک دریافت ہو گیا تو اس کی بڑی عزت ہوگی۔ چنانچہ ملکہ اُس کی مدد پر آمادہ ہو گئی۔ اُس نے اپنے زیورات بیچ کر جہازوں، نوکروں کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات کے لیے روپیہ مہیا کر دیا اور کولمبس امریکہ دریافت کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ رستہ میں اُن کی خوراک ختم ہو گئی، پینے کا پانی بھی ختم ہو گیا اور لوگوں نے مایوس ہو کر بغاوت شروع کر دی اور کہنے لگے کہ تُو نے ہم سے دھوکا کیا ہے اور ہمیں موت کے منہ میں دے دیا ہے۔لیکن کولمبس نے انہیں کسی نہ کسی طرح سفر جاری رکھنے پر راضی کر لیا اور وہ اپنی جان بچاتے بچاتے امریکہ پہنچ گیا۔ جب وہ امریکہ پہنچے تو انہیں وہاں بڑی دولت مل گئی۔ ملک کی آبادی بہت کم تھی اور سونے کی کانیں کثرت سے پائی جاتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے انہیں خوب لُوٹا۔ اور جب وہ واپس آئے تو اِس مُہم کے سر کرنے کی وجہ سے کولمبس کا نام پھیلنا شروع ہوا۔ جب اُس کی خوب شُہرت ہوئی تو دربار میں اُس کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے۔ وہی پادری جنہوں نے یہ کہا تھا کہ دنیا میں اِس قسم کے بیوقوف بھی پائے جاتے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ زمین گول ہے اور اِس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے دوسری طرف کے لوگ ٹانگیں اوپر کر کے چلتے ہیں اور بارش بجائے اوپر سے نیچے آنے کے نیچے سے اوپر آتی ہے کولمبس پر حسد کرنے لگے اور کہنے لگے یہ بھی کوئی بات ہے جہاز میں کچھ لوگ چلے گئے اور ایک ایسے ملک میں پہنچ گئے جس کا علم ہمیں پہلے نہیں تھا۔ اگر کولمبس کے علاوہ کوئی اَور شخص جاتا تو وہ بھی بآسانی امریکہ دریافت کر لیتا۔ کسی شخص نے یہ بات کولمبس

تک بھی پہنچا دی۔ اُس نے کہا یہ درست ہے کہ اگر کوئی شخص کوشش کرتا تو امریکہ دریافت کر لیتا لیکن انہیں ایسا کرنے کا خیال بھی تو آتا۔ ایک دن کوئی دعوت تھی جس میں بڑے بڑے رؤساء اور امراء جمع تھے۔ کولمبس نے ایک انڈا لیا اور تمام پادریوں سے کہا کہ اسے میز پر کھڑا کر دو۔ اِس پر سب لوگوں نے کوشش کی لیکن وہ انڈا کھڑا نہ کر سکے۔ آخر کولمبس نے ایک سُوئی لی اور انڈے کے نیچے چبھوئی جس سے کچھ لعاب باہر نکل آیا اور اس کی وجہ سے انڈہ میز پر چپک گیا۔ اِس پر بعض درباریوں نے کہا کہ یہ کونسی بات ہے یہ کام تو ہم بھی کر سکتے تھے۔ کولمبس نے کہا کہ امریکہ کے متعلق بھی آپ لوگ یہی کہتے تھے کہ اگر ہم کوشش کرتے تو دریافت کر لیتے۔ وہاں تو آپ کو موقع نہیں ملا تھا، یہاں تو آپ کو موقع مل گیا تھا۔ مگر پھر بھی آپ کی عقل نے کام نہ دیا۔

غرض جتنے لیڈر، بادشاہ اور جرنیل بنے ہیں وہ ظاہری دولت سے نہیں بنے بلکہ خداداد دولتوں، حافظہ، عقل، فکر اور تدبّر سے بنے ہیں۔ ہمایوں کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی، بابر کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی، اکبر کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی لیکن ان لوگوں نے عقل، فکر اور تدبّر کی دولت سے فائدہ اُٹھایا اور عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کے مقابلے میں محمد شاہ1 اور احمد شاہ2 کے پاس ظاہری دولت تھی لیکن انہوں نے عقل، فکر اور تدبّر کی دولت سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ذلیل ہو گئے۔ ہمایوں، بابر اور اکبر نے خدا کی دی ہوئی دولت سے کام لیا اور وہ جیت گئے لیکن محمد شاہ اور احمد شاہ نے ان سے کام نہ لیا اور وہ ہار گئے۔

پس خدا کی دی ہوئی دولت ظاہری دولت سے ہزاروں گُنا زیادہ قیمتی ہے۔ میں نے جماعت کو بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی دولت سے کام لے لیکن افسوس ہے کہ ان کے ذہن اِس طرف نہیں جاتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ عقل، فہم، ذکاء اور تدبّر کے خزانے پڑے ہیں لیکن جس طرح قرآن کے خزانوں کو لینے والا کوئی نہیں اُسی طرح اِن خزانوں کی طرف بھی کسی کی توجہ نہیں۔ مگر جس طرح قرآن کریم کے خزانوں کو لینے کی اگر کوئی کوشش کرتا ہے تو اُسے مل جاتے ہیں اِسی طرح عقل، تدبّر اور فہم و ذکاء کے خزانے بھی مل سکتے ہیں بشرطیکہ کوئی کوشش کرے۔ اِن خزانوں سے جہاں دوسرے لوگ محروم ہیں وہاں تم

بھی ان سے محروم ہو۔ لیکن اُنہیں تو کوئی بتانے والا موجود نہیں اِس لیے وہ ان خزانوں سے محروم ہیں لیکن تمہیں بتانے والا موجود ہے اور وہ تمہیں بار بار اِس طرف توجہ دلاتا ہے۔ اگر تم اس طرف توجہ نہیں کرتے تو تم مجرم ہو۔ میں نے کالجوں اور سکولوں کے اساتذہ کو بارہا اس طرف توجہ دلائی ہے کہ لڑکوں کی ذہانت کی طرف توجہ کرو لیکن وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگر کسی کو چھوٹا سا پیغام بھی دیا جائے تو وہ صحیح طور پر نہیں پہنچایا جاتا۔ اگر میں کسی سفر پر جاؤں اور وہاں پرائیویٹ سیکرٹری کو پیغام بھجواؤں کہ ہم بارہ بجے چلیں گے کیونکہ چار بجے ربوہ میں ایک ملاقات ہے تو پیغام پہنچانے والا بارہ بجے پر زور دینا شروع کر دے گا اور کہے گا ہم نے بارہ بجے چلنا ہے۔ بارہ بجے چلنا ہے اور جو اصل بات ہوگی کہ ہم نے بارہ بجے کیوں چلنا ہے اُسے نظرانداز کر دے گا۔ یا مثلاً نماز ہے، نماز کی مجھے اطلاع کی جاتی ہے تو چونکہ بیماری کی وجہ سے میں بعض دفعہ مسجد میں نہیں آ سکتا اس لیے میں ساتھ ہی عذر بھی بیان کر دیتا ہوں کہ مجھے سردرد ہے یا میرے پاؤں میں تکلیف ہے یا اس وقت بخار ہے اس لیے نہیں آ سکتا۔ لیکن پیغامبر یہ نہیں بتائے گا کہ میں نماز کے لیے کیوں نہیں آیا۔ صرف یہ کہہ دے گا کہ نماز پڑھانے کی اجازت ہے۔ حالانکہ نماز میرے لیے بھی ویسی ہی فرض ہے جیسے دوسرے لوگوں کے لیے۔ اور میرے جائز عذر کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بیوقوف لوگ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ گویا میں جان بوجھ کر نماز کے لیے نہیں آتا۔ ہم اِس دفعہ لاہور گئے تو میں نے پرائیویٹ سیکرٹری کو ہدایت دی کہ ہم نے پانچ بجے یہاں سے روانہ ہونا ہے لیکن روانہ ہم چھ بجے ہوئے اور اِس کی وجہ وہی دفتر والوں کی کم عقلی تھی۔ ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ اگر کہا جائے کہ ہم نے پانچ بجے چلنا ہے تو کارکن پانچ بجے ہی آئیں گے اور کہیں گے کہ سامان دیں۔ حالانکہ ہوسکتا ہے کہ گھر والے پیشاب پاخانہ کے لیے بیت الخلاء گئے ہوئے ہوں یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابھی سامان بندھا ہوا نہ ہو اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ ایک گھنٹہ پہلے اطلاع دی جائے۔ پانچ بجے روانہ ہونا ہو تو چار بجے اطلاع دی جائے۔ مگر جب پانچ بجے اطلاع دی جاتی ہے تو سامان دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ ابھی چار بجے ہیں حالانکہ اُس وقت پانچ بج چکے ہوتے ہیں۔ تو اگر سامان لینے والا عقل اور ذہانت سے کام لیتے

ہوئے پانچ بجے کی بجائے چار بجے سامان لینے جائے گا تو یقیناً وقت پر روانگی ہو سکے گی ورنہ پانچ بجے اطلاع دینے پر وقت پر روانگی نہیں ہوسکتی۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن ذہانت کی کمی کی وجہ سے ہمیشہ ان میں غلطی کی جاتی ہے۔

چالیس سال سے میں جماعت کو اِس طرف توجہ دلا رہا ہوں لیکن ابھی تک وہ بیدار نہیں ہوئی۔ اب میں لاہور گیا تو میں نے جماعت لاہور میں ایک نئی بیداری دیکھی جسے دیکھ کر خوشی ہوئی مگر اس بیداری کے ساتھ ذہانت کو کام میں نہیں لایا گیا جس کی وجہ سے مجھے افسوس ہوا۔ مثلاً وہاں لاہور کی جماعت کی طرف سے پہرہ کا انتظام کیا گیا مگر اس انتظام میں کم عقلی کا مظاہرہ ہوا جو ہمارے ملک کے تمام لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ میری ایک نوسالہ نواسی آئی تو اُسے احاطہ کے اندر نہ آنے دیا گیا۔ میرے بعض رشتہ دار جو رتن باغ میں رہتے تھے اپنے دفتروں کو جانے کے لیے باہر جانا چاہتے تھے مگر اُن کو باہر جانے سے روکا گیا۔ میرا ایک تین سال کا نواسہ تھا نیچے سے میرے پاس اوپر آنے کے لیے سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اُسے اِس سختی سے ڈانٹا گیا کہ وہ ایک گھنٹہ تک روتا رہا۔ حالانکہ اگر میرے رشتہ دار بھی مجھے نہیں مل سکتے تو ہم نے ایسے پہروں کو کیا کرنا ہے۔ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو یہ بیداری جو اَب پیدا ہوئی تھی بڑی برکت والی ہوتی مگر عقل سے کام نہیں لیا گیا۔ میں نے بارہا بیان کیا ہے اور ہمارا پہرہ ایسا ہوتا ہے جیسے کسی فوج نے حملہ آور ہونا ہوتا ہے۔ حالانکہ جس حملہ کا خیال کیا جا سکتا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ اگر کوئی اندرونی منافق حملہ کر دے یا کوئی دشمن کا آدمی آ جائے اور وہ مجلس میں موقع دیکھ کر حملہ کر دے لیکن ہمارا پہرہ اس طرح ہوتا ہے جیسے کسی فوج نے حملہ آور ہونا ہوتا ہے۔ وہاں تو گولہ باری ہوتی ہے اس لیے دس دس میل تک واچنگ افسر مقرر کیے جاتے ہیں۔ لیکن کیا ایک منظّم حکومت میں ایسا حملہ ہوسکتا ہے؟ یہاں تو جب بھی کوئی خطرہ ہوگا کسی اندرونی منافق یا دشمن کے بھیجے ہوئے کسی آدمی کی طرف سے ہوگا اور ایسے شخص کو ہماری موجودہ تدبیروں سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ انتظام کی خرابی اِس امر سے واضح ہے کہ اِدھر تو میرے نواسے اور نواسیوں کو اندر آنے سے روکا جا رہا تھا اور اُدھر یہ حالت تھی کہ باوجود اِس کے کہ میں ضُعفِ دل کے دَوروں کی وجہ سے بیمار تھا ایک دن میں نماز کے لیے آیا تو ایک شخص

نے برکت کے لیے مجھے چھونا چاہا اور پہرہ داروں کے خطرہ کی وجہ سے کہ وہ کہیں اُسے روک نہ دیں اُس نے جلدی کی اور اِس زور سے ہاتھ مارا کہ میں بڑی مشکل سے گرتے گرتے بچا۔ اگر اُس کی جگہ کوئی دشمن ہوتا اور اُس کے ہاتھ میں خنجر ہوتا تو پہریدار کیا کرتے؟ اب یہ کامن سنس (COMMONSENSE) سے تعلق رکھنے والا امر ہے کہ جس طرح کا دشمن ہو اُس سے حفاظت کے لیے اُسی قسم کا ذریعہ اختیار کرنا چاہیے۔ ورنہ پہرے کا انتظام ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اصل چیز تو یہ ہوتی ہے کہ مشتبہ آدمی پر نظر رکھی جائے۔

پچھلے دنوں جس شخص نے مجھ پر حملہ کیا تھا آخر اُس کے پاس وہ کونسی چیز تھی جو میرے پاس نہیں تھی۔ چاہے میں اُس سے کمزور ہی ہوتا لیکن تاہم اگر وہ سامنے کی طرف سے حملہ کرتا تو میں اُس کا مقابلہ کرتا لیکن اُس نے پیچھے کی طرف سے حملہ کیا کیونکہ اُس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ بزرگ آنکھیں بند کر کے بیٹھتے ہیں۔ مگر اب یہ ہوتا ہے کہ کوئی پہریدار رائفل لے کر پچاس گز اِدھر کھڑا ہے تو کوئی پہریدار رائفل لے کر پچاس گز اُدھر کھڑا ہے۔ کیا وہ اِس قسم کے آدمی کو پکڑ سکتا ہے؟ بندوقیں تو وہاں کام دیتی ہیں جہاں بٹالین نے حملہ کرنا ہے لیکن جہاں کسی نے چوری چُھپے چاقو مارنا ہے وہاں ان بندوقوں کا کیا فائدہ اور اتنے دور کھڑے ہونے والے پہریداروں کا کیا کام؟ پس اِس قسم کے انتظام سے حقیقی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

مجھے اِس بات سے تو خوشی ہوئی کہ لاہور کی جماعت میں بیداری پیدا ہوگئی ہے لیکن افسوس بھی ہوا کہ اگر وہ عقل سے کام لیتی تو یہ افسوسناک واقعات کیوں ہوتے اور یہ بیداری کتنی برکت والی ہوتی۔ اور اگر کوئی جماعت ایسی ہے کہ وہ مشتبہ آدمیوں کی بھی نگرانی نہیں کر سکتی تو ایسی جماعت تواس قابل ہے کہ اُس کے امام پے درپے مارے جائیں۔ جس احمق قوم نے دیکھنا ہی نہیں اُسے کون بچا سکتا ہے۔ جو شخص مجلس میں آئے گا اور ہاتھ میں رائفل پکڑے ہوئے ہوگا وہ تو فوراً پکڑا جائے گا اور اگر کسی کے ہاتھ میں ہتھیار موجود نہیں اُس کے لیے دور دور کے پہریدار کیا روک بن سکتے ہیں۔ ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے مجھے اندر جانے دو میں نے نماز پڑھنی ہے لیکن اُسے یہ کہہ کر روک دیا جاتا ہے کہ کمرہ بھر گیا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی شخص میرے پیچھے پانی میں کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو تم اُسے روکنے والے کون

ہو؟ ہاں! اگر اُس کے پاس رائفل ہے تو تم کہہ سکتے ہو اندر رائفل لے جانے کی اجازت نہیں لیکن نماز سے روکنے کا تمہیں پھر بھی کوئی حق نہیں۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم عقل اور فکر سے کام لینے کی عادت ڈالو۔ اگر تم عقل اور خِرَدْ سے کام لو تو تمہارا مقابلہ کوئی قوم نہیں کر سکتی۔ یورپ والے عقل اور خِرد سے کام کر رہے ہیں لیکن اُن کے پاس نورِ ایمان موجود نہیں۔ اُن کے پاس آنکھ ہے لیکن نور موجود نہیں۔ اور آنکھ بغیر نور کے کیا کر سکتی ہے؟ ہاتھ تو موجود ہیں لیکن اگر ہاتھ میں طاقت نہ ہو تو وہ کس کام کا؟ تمہیں خدا تعالیٰ نے نورِ قرآن بخشا ہے۔ اگر تم عقل اور خِرَدْ سے کام لو تو تمہارے پاس چمکنے والی آنکھ اور ہلنے والا ہاتھ ہوگا اور یورپین قومیں بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔ لیکن باوجود بار بار سمجھانے کے میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے دوست سمجھتے نہیں۔ میں نے کالجوں اور سکولوں کو اِس طرف بارہا توجہ دلائی تھی کہ اگر بڑی عمر والے نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں تم نئی پَود کو تو عقلمند بنا دو۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب کارکن میرے پاس آتے ہیں تو کتنی ہی چھوٹی بات کیوں نہ ہو اُس میں وہ غلطی کر جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں دراصل میں یوں سمجھتا تھا حالانکہ ان کے ایسا کہنے کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں نے آپ کی بات بالکل نہیں سمجھی تھی۔ اگر یہ نقص نئی پَود میں موجود ہے تو کالجوں اور سکولوں کا کیا فائدہ؟ مثلاً ہمارا کالج ہے۔ اُس کا ایک طالبعلم ہے وہ کسی نقص کی وجہ سے گورنمنٹ سروس میں نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے اُسے اپنی زمینوں پر لگا لیا اور خیال کیا کہ اُس کا دماغ اچھا ہوگا۔ اُس کے مجھے بل پر بل آ رہے ہیں کہ روپیہ بھیجو، روپیہ بھیجو۔ حالانکہ واقع یہ ہے کہ سیل ایجنٹ اُسے خط پر خط لکھ رہا ہے کہ قابلِ فروخت اشیاء مجھے فروخت کے لیے بھجواؤ مگر وہ قابلِ فروخت اشیاء کو دبائے بیٹھا ہے اور مجھے لکھتا ہے کہ روپیہ بھیجو۔ اب میں روپیہ کہاں سے بھیجوں؟ جس چیز سے روپیہ ملنا ہے اُس کو وہ خود دبائے بیٹھا ہے اور روپیہ مجھ سے مانگ رہا ہے۔ اگر اِس طرح ہوتا رہے تو زمیندارہ کا کام کیسے چلے؟ اب وہ شخص کالج میں پڑھا ہے اور چار پانچ سال تک کالج کے پروفیسروں نے اُس کی نگرانی کی ہے لیکن وہ اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھ سکا کہ میں جنس بیچوں گا نہیں تو روپیہ کہاں سے ملے گا؟ پرائمری پاس لوگ بھی یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ جس چیز کا منبع اُن کے پاس

ہے اگر وہ اُسے نہیں نکالیں گے تو کون نکالے گا۔ ایک شخص کے گھر میں نلکا موجود ہو لیکن وہ اس میں روئی اور لوہا ٹھونس دے اور پھر شور مچانا شروع کر دے کہ پانی لاؤ، پانی لاؤ، میں مر گیا۔ تو اُسے لوگ کم عقل ہی کہیں گے کیونکہ پانی اُس نے خود بند کر دیا ہے۔ پس یہ چیزیں پرنسپلوں، پروفیسروں، ہیڈ ماسٹروں، ماسٹروں اور ماں باپ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا کام ہے کہ نئی پَود کو روشن دماغ بنائیں۔

ہر بات میں ایک چھوٹا سا نکتہ ہوتا ہے۔ اگر اسے نظرانداز کر دیا جائے تو بات کا مفہوم بالکل بدل جاتا ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جماعت کو بارہا سمجھایا ہے کہ قرآن کریم میں جو یہ آیت آتی ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے یہ بات کہی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟ تو وہ اِس سے انکار کریں گے اور کہیں گے جب تک میں زندہ رہا میں اُن پر نگران رہا اور جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تُو اُن کا نگران تھا۔ میرے بعد جو کچھ ہوا اُس کا مجھے علم نہیں۔3 اِسے اِس اِس رنگ میں مخالفین کے سامنے پیش کرنا چاہیے کہ اِسی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی، مسیح کی زندگی میں نہیں بگڑے۔ لیکن جماعت کے اکثر دوست جب بھی اِس آیت کو پیش کریں گے، غلط کریں گے۔ اور اِس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ لوگ اصل نکتہ کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور زینت کی چیز کو لے لیتے ہیں۔ جیسے کوئی فوٹو پھینک دے اور فریم کو سنبھال کر رکھ لے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اتنی مدت تک اِس آیت کا مفہوم سمجھانے کے بعد بھی جماعت اس کے پیش کرنے کا صحیح طریق نہیں سمجھتی۔ اگر وہ ذہانت سے کام لیتی تو یہ بات سمجھ میں آ سکتی تھی۔

ہمیں بچپن سے جو آیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت خلیفہ اول نے سمجھائی ہیں وہ اب تک ہمیں یاد ہیں۔ دشمن جب اعتراض کرتا ہے ہم اُس اعتراض کا فوراً جواب دے دیتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی باتیں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھائی تھیں لیکن نوجوان مولوی انہیں جلد بھول جاتے ہیں۔ بسااوقات جماعت کے نوجوان علماء بعض اعتراض لکھ کر بھیج دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ نیا اعتراض ہے۔ حالانکہ وہ نیا اعتراض نہیں ہوتا۔ اُس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہوتا ہے۔

پس تم اپنے اندر نئی تبدیلی پیدا کرو اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو استعمال کرو۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو استعمال نہیں کرتے تو تم اس کی دوسری نعمتوں کے امیدوار کیوں ہو؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا مجھے کوئی معجزہ دکھائیں۔ مجھے یاد ہے آپ اُس وقت جوش میں آ گئے اور فرمایا میرے دعویٰ پر اتنے سال گزر چکے ہیں اور اِس عرصہ میں خدا تعالیٰ نے ہزاروں نشانات دکھائے ہیں۔ تم نے ان نشانات سے کب فائدہ اُٹھایا کہ اب تم نئے نشان سے فائدہ اُٹھا لو گے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی اتنی بڑی دولت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے تو تمہیں کبھی دولت کیسے مل سکتی ہے۔ ہاں! اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی دولت سے فائدہ اُٹھاؤ تو تمہیں اتنا کچھ مل جائے گا کہ تمہیں خدا تعالیٰ سے کچھ اَور مانگتے ہوئے بھی شرم آئے گی''۔ (الفضل 6 / اکتوبر 1954ء)

1 : محمد شاہ: تغلق خاندان کا چھٹا فرمانروا۔ 1386ء میں سلطان فیروز خان نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد خان کو سلطان ناصر الدین والدنیا محمد شاہ کا خطاب دے کر عنان سلطنت سپرد کر دی۔ سلطان محمد شاہ نے چھ سال سات ماہ حکومت کی (اسلامی انسائیکلو پیڈیا مؤلفہ سید قاسم محمود صفحہ 1424، 1425۔ لاہور)

2 : احمد شاہ: محمد شاہ کا بیٹا، بادشاہ دہلی۔ 1725ء میں پیدا ہوا۔ 1748ء میں تخت نشین ہوا۔ 1775ء میں فوت ہوا۔ احمد شاہ ایک نااہل حکمران تھا (اسلامی انسائیکلو پیڈیا مؤلفہ سید قاسم محمود صفحہ 155۔ لاہور)

3 : وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (المائدۃ: 117، 118)